باب: 10

نُورُحَکِیمُ

آدم علیہ السلام پہلے بشر ہیں جن کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ نبی مکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تخلیق آدم سے پہلے ہی لوح محفوظ میں خاتم النبیین تھا۔ عرش کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا۔ وہ عالم نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے آباد ہے، لہٰذا اُس عالم کے مطابق آنحضرتؐ بھی اِسی نور سے ہی متصف رہے ہوں گے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے لیے فرماتا ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

{اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے(24:35)}

اب اگر اس حوالے سے اوّل الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نُوْرٌمِّنْ نُّوْرِاللہ قرار دیتا ہے تو اس میں ایسی کیا قباحت ہے؟ بعثت کے اعتبار سے یقیناً آپ بشر ہیں، کیوں کہ بشریت اس عالم شہادت کا تقاضہ ہے۔ لیکن کوئی بشر اپنے آپ کو آنحضرتؐ کی بشریت کے برابر لا کھڑا کرتا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔ آپؐ کے کئی امتیازات ہیں۔ آپؐ براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ نبوت سے ممتاز ہیں۔ آپؐ اوّل الانبیاء ہیں۔ آپؐ آخر الانبیاء ہیں۔ آپؐ دعائے ابراھیم علیہ السلام، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ہیں۔ آپؐ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں۔ آپؐ کو معراج شریف کے ذریعے عالم علوی کی سیر حاصل ہوئی۔ لوگوں نے آپؐ کے ہاتھوں کئی معجزات ہوتے دیکھے۔ قیامت میں آدم علیہ السلام اور بنی آدم آپؐ کے لواءِالحمد کے نیچے رہیں گے۔ آپؐ شفیع المذنبین ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ہم کو آپؐ کا ادب کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ غرض محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی، دوسرے الفاظ میں نورانی بشر ہیں۔ اس انسانِ کامل کے لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کیا فرشتوں کو خبر تھی کہ یہ خاکی پتلا
جان پڑتے ہی طلسمات کا پتلا ہوگا

نورِ محمدیؐ کے ضمن میں چند احادیث درجہ ذیل ہیں:

- حضرت جابرؓ نے سب سے پہلی تخلیق کے متعلّق آنحضرتؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے خود اپنی نورانیت کو یوں بیان فرمایا: "اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا"۔(حوالہ الجزءالمفقود، حدیث:18اور مواھب لدنیہ، جلد اول، صفحہ 36)
- نبی کریمؐ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو پیدا فرمایا تو ان کے بیٹوں کو باہم فضیلت دی۔ آدمؑ نے اس فضیلت کو دیکھا۔ جب انھوں نے سب سے آخر میں مجھے ایک بلند نور کی صورت میں دیکھا تو پوچھا، یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ تمہارا بیٹا احمد ہے، یہ اوّل بھی ہے، آخر بھی ہے اور یہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے"۔(حوالہ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 5، صفحہ 483)
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: نبی کریمؐ کے سامنے کے مبارک دانتوں میں کشادگی تھی اور جب آپؐ گفتگو فرماتے تو اُن سے نور دکھائی دیتا تھا۔ (حوالہ جامع صغیر، صفحہ 403، حدیث:6482)

اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے اسم مبارکہ حَكِيمٌ پر کچھ تحقیق:

لفظ الْحِكْمَةَ کئی معنی رکھتا ہے۔ عام معنوں میں اس سے دور اندیشی، بصیرت، سمجھداری، عقلمندی، انصاف پسندی اور مصلحت کے لیے جاتے ہیں۔ کبھی اس سے مراد فلسفہ بھی ہوتا ہے۔ صوفیوں کے پاس اشیاء کی حقیقتوں کو جس طرح کہ وہ ہیں طاقت بشری کے موافق جاننا "حکمت" ہے۔

الْحِكْمَةَ کے اصل مفہوم کو سمجھنے کے لیے مناسب یہ لگتا ہے کہ یہاں الشیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمعہ کے ایک خطاب (Rajab1440/March2019) سے استفادہ کیا جائے جو اسی موضوع پر دیا گیا تھا۔ اس خطاب کا حاصل یہ ہے:

- ہر مسلمان کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلے۔ اسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل ہو جائیں۔ اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے اسے وسیع تر مفہوم کے مطابق حکمت عنایت ہو جائے۔
- قرآن مجید کے مطابق اللہ نے جسے حکمت سے نواز دیا اسے بہت بڑی خیر سے نواز دیا گیا۔ جب کہ حکمت سے عاری راستے پر چلنا شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ اس کے کئی راستے ہیں اور ان پر چلنا

سراسر بے وقوفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو بے وقوفوں سے تعبیر کیا ہے کیوں کہ ان کی سوچ کم عقلی پر مبنی ہے۔

- **حکمت** کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں تاہم کوئی بھی قول دوسرے سے متصادم نہیں ہے۔ ایک کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے یا کسی چیز سے روکا ہے یہ سب حکمت ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ ایسا علم جس کے ساتھ عمل بھی ہو حکمت کہلاتا ہے۔ ایک کہتے ہیں کہ حکمت سے مراد درست فیصلے کی صلاحیت ہے۔ ایک کا کہنا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن، علم، اور فقہ ہے۔ امام ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ قرآن اور قرآنی تعلیمات پر عمل حکمت ہے۔
- اللہ تعالی کا کلام **حکمت** سے بھرا ہے۔ اس کی شریعت حکمت سے معمور ہے۔ اللہ کے فیصلے اور تقدیریں حکمت والی ہیں، نیز تخلیقِ کائنات حکمت پر مبنی ہے۔ حکمت اللہ تعالی کی صفت اور ملکیت ہے۔ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے حکمت عطا کر دیتا ہے۔ إِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔
- **حکمت** بہت بلند مقام، پسندیدہ عمل اور بہترین نیکی ہے۔ حکمت پہلے تو انسان کو اللہ تعالی کے خالص فضل وکرم سے حاصل ہوتی ہے، پھر اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اسباب اپنانے سے بھی مل سکتی ہے۔
- حاملین **حکمت** میں سب سے پہلے انبیائے کرام ہیں، ان کے پیروکار انبیا کی اقتدا کے مطابق حکمت حاصل کر پاتے ہیں۔ یہی لوگ احسان کا مرتبہ پانے والے ہیں جن کے لیے اللہ تعالی نے اپنی شایان شان اجر و ثواب تیار کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

{اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جسے حکمت سے نوازدیا گیا تو اسے بہت بڑی خیر سے نوازدیا گیا۔ (02:269)}

نبوت کی حقدار ہستی کو جہاں اللہ تعالیٰ کئی اوصاف سے نوازتا ہے وہیں انھیں الْحِكْمَةَ کی صفت بدرجہ اتم عطا ہوتی ہے۔ اس عطا کی ایک جھلک شب معراج سے متعلق ایک طویل حدیث (نمبر 340)، بخاری شریف میں ملتی ہے جس کو انس بن مالکؓ نے ابوذر غفاریؓ سے سنا۔ اس کی ابتدا ان جملوں سے ہوتی ہے:

Siddiqui Publications

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: "میں مکہ میں تھا۔ایک رات مجھے محسوس ہوا کہ مکان کی چھت پھٹی، جبرئیلؑ اترے، اور میرا سینہ چاک کرکے اسے آبِ زم زم سے دھویا۔ پھر ایک طشت حکمت وایمان سے بھرا میرے سینے میں ڈال کر اسے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے"۔

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر عمل اَلْحِکْمَۃَ سے بھرا نظر آتا ہے۔

☆ پہلی مثال جو ریکارڈ پر اس وقت کی موجود ہے جب آپؐ بعثت نبویؐ سے ابھی سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ کعبہ کی تعمیر نو کے موقع پر حجر اسود کی تنصیب ایک بڑا مسئلہ بن چکی تھی۔ اس کے تصفیے کے لیے آپؐ سامنے آئے اور اس کے لیے تجویز یہ دی کہ کل صبح جو سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہوگا وہی اس کا فیصلہ کرنے کا حقدار ہوگا۔ اگلی صبح آپؐ ہی سب سے پہلے پہنچ سکے۔ ہر ایک نے بیک زبان آپؐ کے فیصلے کو ماننے کا اقرار کیا۔ حجر اسود کی تنصیب ایک فضیلت کا معاملہ تھی لیکن آپؐ نے یہ نہیں کیا کہ اس کا حق خود اپنے ذمے کر لیا۔ بلکہ کپڑے کی ایک چادر منگوائی، اس کو زمین پر پھیلایا، حجر اسود کو اس کے اوپر رکھا اور پھر لوگوں سے کہا کہ تم سب لوگ مل کر اس چادر کو پکڑ کر اٹھاؤ اور کعبے کی دیوار تک لے کر چلو۔ پھر آپؐ نے خود حجر اسود کو اٹھایا اور اپنی جگہ پر نصب فرما دیا۔ یوں یہ مسئلہ ایک بڑے تنازعے سے محفوظ رہا۔

☆ کعبہ میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ جب آنحضرتؐ نبوت سے سرفراز ہوئے تو یہ نہیں کیا کہ فوراً ان بتوں کو توڑ ڈالا بلکہ آپؐ کی حکمت اس بات کا تقاضہ کر رہی تھی کہ ابھی قولی دعوت سے اس کام کو شروع کیا جائے۔ اس کام کے لیے ایک بڑا عرصہ آپؐ کو تحمل سے کام لینا پڑا۔ اور پورے 20 سال بعد جب مکہ فتح ہوا تب آپؐ نے عملی کاروائی کرکے کعبہ کو ان بتوں سے پاک کیا۔

☆ نبوت سے 13 سال تک مکہ میں دعوت اسلام کے لیے آپؐ کی جدوجہد جاری رہی لیکن آپؐ نے آخر کار اس تنازعہ کے مقام سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا اور مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ توحید کے پیغام کو عام کرنے کے لیے اللہ نے آپؐ کے لیے مدینہ میں پوری طرح سے مناسب حالات فراہم کر دیئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد آنحضرتؐ نے پہلے "مواخات" کا اہتمام کیا۔ یعنی مہاجرین اور مقامی انصار کے درمیان اسلام کا ایک رشتۂ اخوت قائم کرکے دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ انصار نے بھی مہاجرین کے ساتھ ایسا فیاضانہ اور ایثار کا برتاؤ کیا کہ تاریخ اسے سنہری حروف میں جگہ دیتی ہے۔

☆ اسی طرح آپؐ کا **حکیمانہ کام** مقامی یہودیوں سے معاہدہ کرنا ہے۔اسے **"میثاق مدینہ"** کہا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں مدینہ آکر ہر طرح سے اطمینان کر لینا چاہتے تھے تاکہ یہاں آباد کسی غیر قوم کے اختلافات رکاوٹ نہ بن جائیں اور بلا رکاوٹ اسلام کی تبلیغ ہو سکے۔اس معاہدے کے اہم نکات یہ تھے۔مدینہ میں رہتے ہوئے یہودیوں کو مذہبی آزادی ہو گی۔تمدنی و ثقافتی معاملات میں یہودیوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔مدینہ کا دفاع جس طرح مسلمانوں پر لازم ہے اسی طرح یہودی بھی اسے اپنی ذمہ داری سمجھیں گے۔شہر مدینہ میں ایک دوسرے فریق کے ساتھ جنگ کرنا حرام ہو گی۔یہودی اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کے اختلافات کی صورت میں عدالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو گی اور ان کا فیصلہ قطعی ہو گا۔یہ آخری نکتہ اس معاہدے کی سب سے اہم دفعہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم فتح تھی۔یوں یہودیوں کی مدینہ کی سیاست اور قیادت کا خاتمہ ہوا اور اسلام کا غلبہ ہونے لگا۔

☆ حدیبیہ کے موقع پر آپؐ جب سب صحابہ کے ساتھ حدیبیہ پہنچے تو مکہ والے وہاں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔انھوں نے کہا ہم آپ لوگوں کو یہاں سے آگے جانے نہیں دیں گے۔اس موقع پر نبی کریمؐ نے نہایت تدبر سے کام لیتے ہوئے سمجھوتہ کر لینا مناسب سمجھا، جسے آج **"صلح حدیبیہ"** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔آنحضرتؐ مدینہ واپس ہو گئے۔یہاں کچھ وقت لے کر اپنے آپ کو پہلے پوری طرح سے مستحکم کیا پھر آپؐ نے مکہ جانے کا فیصلہ فرمایا۔اور پھر صرف دو سال بعد ہی آپؐ کے لیے مکہ میں فاتحانہ داخلہ ممکن ہو گیا۔تاریخ اس صلح حدیبیہ کو ایک فوجی سپہ سالار کی **بہترین حکمت عملی** یا ایک اسٹیٹس مین کی **بہترین خارجی پالیسی** قرار دیتی ہے۔

☆ آنحضرتؐ نازک معاملات میں ہمیشہ رازداری کا طریقہ اختیار فرماتے تھے۔یہی آپؐ نے فتح مکہ کی مہم میں کیا۔آپؐ مدینہ سے صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مکہ کے لیے روانہ ہوئے لیکن کسی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔یہ بات انھیں صرف اس وقت معلوم ہوئی جب وہ مقام آیا جہاں سے راستہ سیدھے مکہ کو جاتا تھا۔

آنحضرتؐ نے معاشرے کی اصلاح میں ہمیشہ فوری تبدیلی کے مقابلے میں تدریج کو پسند کیا۔جیسے شراب کا حرام ہونا یا خواتین کے لئے پردے کا اہتمام کرنا۔آپؐ نے سوچ میں تبدیلی اور مزاج سازی کو اہمیت دی۔غرض آپؐ کی زندگی کا ہر عمل **الْحِكْمَةَ** سے بھرا نظر آتا ہے۔

----- Ö -----